تبصرے

* داستان زبان اردو
* از ڈاکٹر شوکت سبزواری۔
* ناشر :۔۔ کل پاکستان انجمن ترقی اردو کراچی۔
* ضخامت :۔۔ ۲۰۴ صفحات ۔۔ قیمت ۵ روپے۔

اردو ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی لشکر ہیں۔ اول اول اسے اردوئے معلیٰ شاھجہان آباد کہا گیا۔ آخر کثرت استعمال سے صرف اردو رہ گیا۔ اردو کے حقیقی ماخذ اور اسکے ارتقاء کے بارے میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد نے جو نظریہ پیش کیا اس میں اردو کو برج بھاشا کی بیٹی قرار دیا ہے۔ اسکے مقابلہ میں مولانا محمود شیرانی نے اردو کا مخرج پنجابی کو قرار دیا۔ کسی نے پالی کو اردو کی اصل قرار دیا۔ غرض محققین میں اردو کی اصل کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا رہا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں مصنف محترم نے مختلف حیثیتوں سے اس مسئلہ کا جائزہ لیا ہے اور اردو کے ماخذ لسانی اختلافات، اسکے صرفی و نحوی نشو نما، زبان اردو کے مزاج و منہاج اور دیگر زبانوں کےمزاج کے مقابلہ میں اسکے ارتقائی منازل، تاریخی پس منظر غرض مختلف حیثیات سے عقلی اور نقلی جائزہ لیکر مولانا محمود شیرانی اور محمد حسین آزاد کے نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

کتاب میں اصل اھمیت مولانا محمود شیرانی کے نظریہ کو دی گئی ہے اور کتاب کے بیشتر مباحث انہی کی زد میں ہیں۔ اس سلسلہ میں مصنف نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے پنجابی اور اردو کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہےکہ اردو میرٹھ اور دھلی کی زبان کا نام ہے۔ یہ اسی نواح میں بولی جاتی تھی اور بھی اسکا مولد و مسکن ہے۔ گیارھویں صدی عیسوی میں یا اس سے کچھ پہلے اردو کے خط و خال ابھرے اور اردو نے قدیم مغربی ھندی سے ترقی پاکر موجودہ شکل اختیار کی۔ اردو دوآبے کی زبان ہونے کی وجہ سے مرکزی اھمیت رکھتی تھی۔ آس پاس کی زبانوں نے اس سے فیض اٹھایا۔ ان فیض اٹھانے والی زبانوں میں پنجابی، راجستھانی اور گجراتی سب شامل ہیں۔ اردو مسلمان سپاھیوں کی بدولت ملک کے گوشے گوشے میں پہنچی اور جہاں گئی وھاں کی زبان سے گھل مل گئی لیکن اس تمام عرصہ میں اسکا تعلق اپنے مولد و مسکن سے نہیں ٹوٹا۔

اگر یہ تعلق کبھی کم بھی ہوا ہو تو فوراً پھر قائم ہوگیا۔ اور ان مقامات کی اردو دہلی کی اردو سے بچھڑنے نہ پائی۔ اصل معیار دہلی کی اردو تھی جسپر جانچ پرکھ کی جاتی بلکہ دوسرے مقامات کے رہنے والے لہجہ میں بھی دہلی کی نقل کرنے کی کوشش کرتے۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ زبان کبھی ایک سی حالت میں نہیں رہی۔ وہ مقامی اثرات سے متاثر بھی ہوتی ہے اور انہیں متاثر بھی کرتی ہے۔ اردو نے جہاں دیگر زبانوں سے الفاظ کے ذخیرے اپنائے وہاں اسنے اسکے مقابلہ میں دیگر زبانوں کو کئی گنا زیادہ متاثر کیا اور مرکزی حیثیت اردو کو ہی حاصل رہی۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے بڑی محنت اور تحقیق کے ساتھ اپنے اس نظریہ کو ثابت کیا ہے اور اس سلسلہ میں مختلف محققین کے حوالے بھی دئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی کامیاب کوشش قابل داد ہے۔

(ا ـ ا)

---

* جیتا جاگتا۔
* مصنف : — ابن طفیل۔
* مترجمہ : — ڈاکٹر محمد یوسف، صدر شعبہ عربی، کراچی یونیورسٹی۔
* ناشر : — کل پاکستان انجمن ترقی اردو کراچی۔
* قیمت : — تین روپے پچاس پیسے۔
* ضخامت : — ۱۶۱ صفحات۔

ابن طفیل ان اولین مسلم مفکرین میں سے ہے جنہوں نے اپنے انشاء اور فلسفیانہ خیالات کی بدولت بہت جلد ممتاز مقام حاصل کرلیا۔ زیر تبصرہ کتاب ابن طفیل کی تصنیف حئی بن یقظان کا اردو ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کتاب کے شروع میں ایک بہت پر مغز مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس میں اسلام میں علم کے مقام سے بحث کی گئی ہے اور اسکے ساتھ ہی ابن طفیل کے فکری پس منظر پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ اسلام میں عقل و نقل سے بحث کرتے ہوئے مصنف محترم نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام نے انسان کی فطری عقل کو جلا بخشنے اور اسکی ہدایت و رہنمائی کرنے کے بیشمار مواقع فراہم کئے ہیں، چند بنیادی اصول اور عقائد اٹل ہیں انہیں نہیں بدلا

جا سکتا۔ اسکے باوجود اسلام ایک تحریک ہے جسمیں سائنسی ترقی کے امکانات بھی بہت قوی ہیں اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسلمان ہی علم سائنس کے موجد رہے ہیں۔ اسلام میں فکری آزادی کی تحریک اور روایت و درایت کی اہمیت نو مسلموں کا اسلام میں نئے نئے خیالات کا تعارف کرانا اور مسلم مفکرین کا انہیں تنقید کے ترازو میں تولنا پرکھنا اور جانچنا غرض ان تمام مسائل پر مصنف محترم نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے ۔ مقدمہ کے بعد ابن طفیل کی فکر کا ایک جائزہ لیا گیا ہے اور پھر ابن طفیل کے مقدمہ کا خلاصہ جسے اکثر مغربی مترجمین نظر انداز کر گئے ہیں وہ بھی شامل کرلیا گیا ہے ۔

اب حئی بن یقظان کا اصل مقدمہ شروع ہوتا ہے ۔ جسمیں تمثیلی انداز میں تخلیق آدم کا ایک ارتقائی نظریہ پیش کیا گیا ہے ۔ ابن طفیل نے اپنے مخصوص ادبی انداز میں مابعد الطبیعات کے بعض بنیادی مسائل سے بحث کی ہے ۔ یہ سب کچھ قصہ کی صورت میں ہے ۔ ایک ایسے انسان کا قصہ جسنے درندوں کے درمیان آنکھیں کھولیں جو انسانوں سے ناواقف تھا اپنے ماحول میں پلنے اور پرورش پانے کے بعد وہ جن مسائل پر غور و فکر کرتا ہے ان میں اس کی اپنی ذات کا مبداء و انتہا اچھائی اور برائی تخلیق کائنات اور اس میں انسان کا مقام نفس ناطقہ اور روح کل انبیاء و رسل کی ضرورت اور ان کا مقصد بعثت غرض وہ بنیادی مسائل جن کا تعلق ہماری زندگی کے عملی اور فلسفیانہ پہلو سے ہے حئی بن یقظان کا مرکز فکر بنتے ہیں ۔ انکے بارے میں وہ اپنی ایک مخصوص رائے قائم کرتا ہے ۔ اسی زمانہ میں اسکی ملاقات ابسال سے ہوتی ہے ۔ اجنبیت کے پردے آہستہ آہستہ دور ہوتے ہیں اور حئی ابسال پر ایمان لے آتا ہے ۔ دونوں اس تنہائی سے نکل کر عوام میں آتے ہیں مگر عوام ان کی طرف توجہ نہیں کرتے یہ پھر اسی تنہائی اور سکون کی زندگی کی طرف لوٹ جاتے ہیں ۔

گو تبصرہ کرتے وقت ہمارے سامنے عربی متن نہیں ہے لیکن موجودہ ترجمہ میں کسی مقام پر بھی اجنبیت اور ٹھیراؤ محسوس نہیں ہوتا بلکہ کتاب شروع کر دینے کے بعد ایک ہی نشست میں ختم کردینے کو دل چاہتا ہے ۔

* نصرتی
* مؤلفہ :- ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم۔
* ناشر :- کل پاکستان انجمن ترقی اردو کراچی۔
* قیمت :- ۵ روپے۔ * ضخامت :- ۲۲۳ صفحات۔

دکن کی مسلمان حکومتوں میں عادل شاہی حکومت بڑی اہمیت رکھتی ہے اسکا قیام بہمنی سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی وجود میں آیا اور کئی قابل الوالعزم اور ہنر مند بادشاہ اس تخت پر بیٹھے۔ خاص طور پر علی عادل شاہ اور ابراھیم عادل شاہ وغیرہ۔

اسی زمانہ میں دکن میں نصرتی نام کا ایک شاعر گذرا ہے جو ملک الشعراء بیجاپور کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ نصرتی دکنی زبان کا قادر الکلام شاعر تھا۔ اور اسکا کلام محققین اردو کیلئے ایک سرمایہ سے کم نہیں۔ یوں تو دکن میں اردو کی ترقی پر ناقدین نے بہت کچھ کام کیا ہے لیکن نصرتی پر اتنی مفصل اور تحقیقی گفتگو کہیں اور نہیں ملتی۔

زیر تبصرہ کتاب میں پہلے تو نصرتی کے ذاتی حالات کا ایک مختصر بیان ہے پھر اسکے تین اہم مجموعوں یعنی گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ سکندری پر تبصرہ کیا گیا ہے چونکہ موجودہ دور میں دکنی زبان سے بہت کم افراد کماحقہ، واقفیت رکھتے ھیں اسلئے اشعار کا ترجمہ بھی ساتھ ھی نقل کردیا گیا ہے۔ نصرتی کے کلام کی سب سے نمایاں خصوصیت اسکی سادگی اور تاثر کی گہرائی ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ نصرتی کا مشاھدہ بہت گہرا ہے۔ خاص طور پر اسے مناظر فطرت کی عکاسی پر پوری قدرت حاصل ہے۔ گلشن عشق میں ایک حکایت عشق بیان کی گئی ہے اور ھجر و وصال کی کیفیات کو پورے کمال سے پیش کیا گیا ہے۔ علی نامہ میں رزم و بزم جنگ و جدل، عدل و انصاف اور دیگر واقعات و احوال خاص شاعرانہ انداز میں بیان کئے گئے ھیں۔ نصرتی کے اکثر قصائد خاصے طویل ھیں کوئی ۱۵۰ اشعار کا کسی میں ۱۰۸ اور کسی میں ۲۲۰۔

نصرتی کے کلام پر تبصرہ کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ نصرتی کا اچھا خاصا انتخاب بھی قارئین کے سامنے آ جائے یہ ایک خوبی بھی ہے اور خامی بھی۔ خوبی اسلئے کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد آپکو نصرتی کو الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسکا بیشتر کلام جو معانی و فن کے اعتبار

سے اہم ہے اسمیں آگیا ہے ۔ اور خامی اسلئے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں تنقید کی اسی نئی تکنیک سے کام لیا گیا ہے کہ انتخاب کلام اور اسپر یونہی چلتا سا تبصرہ کرکے ضخامت کو بڑھا دیا جائے بہرحال کتاب قدیم اردو سرمایہ کے شائقین کیلئے دلچسپی کا باعث ہے ۔ کتاب کے آخر میں ایک مختصر فرہنگ بھی دے دیا گیا ہے ۔ انداز تحریر کی پختگی اور شگفتگی کے بارے میں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ اردو کے صاحب طرز ادیب مولوی عبدالحق مرحوم کے قلم سے ہے ۔